عثمان غنی
سینئر انسٹرکٹر اُردو
نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو یجز، اسلام آباد

انقلاب اور انقلابی ادب : اجمالی جائزہ

The word revolution originates from Arabic which means to twist and turn and to transform the situation. Revolution is the other name of retaliating the current values and adopting to the naval changes to overthrow the dynasty of the govt abruptly is also known as revolution.Any revolutionary literature has the power to represent any revolutionary theory and is used to awake asleep nation. And when the very people stand up separately for their rights, Revolutionary literature paves its way to its destination quickly.

انقلاب:

'انقلاب'عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ 'قلب'ہے۔اور مادہ بمعنی " الٹنا، پلٹنا(نیچے کا اوپر کرنا، دائیں کا بائیں کرنا، اندر کا باہر کرنا یا اس کے بر خلاف) برعکس کرنا، اوندھا کرنا، حالت بدلنا"کے استعمال ہوتا ہے۔اور لفظ 'انقلاب'کا لغوی معنی "تبدیلی، نظام حکومت کی اچانک تبدیلی (سیاسی یا فوجی) انقلاب"وغیرہ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔(۱)

مندرجہ بالا لغوی معانی کو مدِ نظر رکھیں تو سمجھ آتی ہے کہ انقلاب لفظ کا اطلاق ہمیشہ ایک دم بدلنے، ہمت کرنے ، تختہ حکومت کو راتوں رات الٹنے ، کسی کے بر عکس اٹھ بیٹھنے اور بر خلاف ہونے پر کمر باندھنا ہے۔اگر یہی تبدیلی آہستہ آہستہ ہو تو اسے انقلاب نہیں بلکہ ارتقا کہا جائے گا۔اسی وجہ سے انقلاب جذبے اور عمل کی شدت کا متقاضی ہوتا ہے۔مر مٹنے، جان سے گزرنے اور لہو بہانے کا جذبہ انقلابیوں کی بنیادی خصوصیت ہے۔

انقلاب کے لیے انگریزی میں "Revoluion" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جس کے معنی اوکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق:

"Revolution: Motion Change in the Constitution of government." (۲)

اوکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق بھی حکومت میں تبدیلی یا الٹنے کی قوت و تحریک کو انقلاب کہتے ہیں۔

ابوالاعجاز حفیظ صدیقی کے مطابق:

"انقلاب (Revolution) :مارکسی فلسفہ بالفاظ دیگر جدلیاتی مادیت میں انقلاب کا ایک مخصوص تصور ملتا ہے جسے ممتاز حسین نے ان الفاظ میں بالاختصار بیان کیا ہے: "انقلاب اندرونی تضاد کے عمل کا وہ روپ ہے جو ارتقائی صورت (کمیائی تبدیلی) سے گزر کر انقلابی صورت (کیفیاتی تبدیلی) میں آتا ہے۔اس عمل میں جست ہوتی ہے۔جس سے پرانا تسلسل ٹوٹ جاتا ہے۔اس عمل میں پرانی ضدین کا تخالف ختم ہو جاتا ہے۔نیا حل ، نئ ضد ین کی وحدت کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔"انقلاب کے اس مارکسی تصور سے قطع نظر انقلاب کا لفظ بالعموم ان بڑی تبدیلیوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جو ادب اور زندگی پر گہرے اثرات چھوڑتی ہیں اور بالعموم ادب میں ایک نئے دور کا باعث بنتی ہیں۔۔۔فرانسیسی ماہر عمرانیات گستاؤلی بوں کے نزدیک: " انقلاب سے مراد لوگوں کے عقائد ، جذبات اور نظریات میں انتہائی فوری یا بظاہر اچانک آنے والی تبدیلی ہے۔تمام انقلابات میں سے حقیقی اور دیر پا انقلاب وہ ہے جو قوموں کے کردار میں زبردست تبدیلی لے آئے۔"" (۳)

مندرجہ بالا تعریفوں پر نظر ڈالیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ بنیادی طور پر 'انقلاب' طرزِ کہن سے بغاوت کرنا اور طرزِ نَو کو اپنانے کا نام ہے۔کسی بھی معاشرے یا تمدن میں انقلاب کی ضرورت ہی اس وقت پیش آتی ہے جب لوگوں کو ایک بندھے ٹکے اصولوں کے تحت استعمال کیا جا رہا ہو یا ان کے حقوق کو سلب اور پامال کیا جا رہا ہو۔اردو میں اس کے لیے 'تختہ الٹنا' کا محاورہ استعمال ہوتا ہے جو اپنے مجازی معنوں میں 'انقلاب' کہا جاتا ہے۔

حکومتِ حاضرہ کی حکمتوں اور پالیسیوں کے خلاف اٹھائے گئے اقدام بغاوت کہلاتے ہیں۔اور اگر یہی بغاوت کامیاب ہو جائے تو انقلاب کہلاتی ہے۔اگر اس کو دوسرے رخ سے دیکھیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ کامیاب بغاوت 'انقلاب' کہلاتی ہے ناکام انقلاب، بغاوت کہلاتا ہے۔

ہر دور میں ہر سطح پر کہیں نہ کہیں ضرور کسی نہ کسی طبقے کے ساتھ برا سلوک ہوتا رہا ہے۔

اور یہی لوگ اپنے آقاؤں اور مالکوں کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے رہے ہیں۔اور انھی میں سے کچھ لوگ علم بغاوت ظاہری طور پر بلند نہیں کرتے بلکہ سرد انقلاب جاری رکھتے ہیں یعنی اپنے قلم کے ذریعے تحریروں سے عوام پہ پے درپے وار کرتے ہیں اور انھیں خوابِ غفلت سے جگاتے ہیں۔یہ عمل بڑا سخت، مشکل اور لمبا ہوتا ہے۔مگر عوام کے جاگنے کے بعدانقلابی راہیں آسان ہو جاتی ہیں اور یہ ادیب اور شاعر جو کچھ بھی تحریر کرتے ہیں یہ 'انقلابی ادب' کہلاتا ہے۔جس میں ایک عام سے جابر آدمی سے لے کر حکومت کے بڑے سے بڑے بے درد ، سفاک اور بے رحم آدمی کو بے نقاب کیا جاتا ہے۔اوراس ظالم شخص کا اصلی چہرہ عوام کے سامنے لایا جاتا ہے۔

انقلابی ادب:

عام بات ہے کہ انقلابی ادب وہ ادب ہوتا ہے جس میں کسی بھی انقلابی نظریے کی ترجمانی کرنے کی صلاحیت موجود ہو۔احتجاج کی قوت اور ظالم کے منھ پر اسے بر ملا ظالم کہنے کی طاقت موجود ہو۔انقلابی ادب ہمیشہ سوئی ہوئی قوم اور پسی ہوئی عوام کو جگانے کے لیے استعمال ہو تا ہے۔جنھیں دن رات مشقت کی چکی کاٹنے کے باوجود آرام اور سکون کی دولت نصیب نہیں ہوتی۔وہی لوگ جب اپنی آنکھیں کھول کر حکمران طبقے سے اپنے حقوق کی بات کرتے ہیں تو ہیجان پیدا ہوتا ہے جو کسی بھی انقلاب کا سب سے پہلا اشارہ اور قدم ہوتا ہے۔

عام طور پر انقلابی ادب کو ترقی پسند تحریک سے وابستہ کیا جاتا ہے۔جو کہ ۱۹۳۵ء کو وجود میں آئی مگر آل احمد سرور کے مطابق: اردو ادب میں انقلابی شاعری کا آغاز علامہ اقبال کی معروف نظم 'خضرِ راہ' سے ہوتا ہے۔(۴)

ابوالاعجاز حفیظ صدیقی انقلابی ادب کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"انقلابی ادب سے مراد وہ ادب ہے جو کسی انقلابی نظریے کی ترجمانی، تبلیغ، تحسین ، ترویج یا اشاعت کی غرض سے وجود میں آئے۔اردو میں بالعموم یہ اصطلاح ان تخلیقات کے لیے استعمال ہوتی ہے جو معاشی عدم مساوات اور اس کے نتیجے میں ظہور پذیر ہونے والی سماجی ناانصافیوں کے خلاف علمِ احتجاج بلند کرتی ہیں اور جن میں سرمایہ دارانہ نظام میں محض ضروری تبدیلیوں کی بجائے سماجی اور معاشی ڈھانچے کو بدلنے کی تمنا کا اظہار ہوتا ہے۔"(۵)

مندرجہ بالا انقلابی ادب کی تعریف کو بغور پڑھیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ انقلاب زندگی کو بدلنے کے لیے بہت ضروری ہے۔اور اگر زندگی کے تغیر اور حالات کی بہتری کے لیے انقلاب کارآمد چیز ہے تو انقلابی ادب اور بھی لازم و ملزوم ہو جاتا ہے جواپنے مدھر گیتوں، شعروں، لفظوں، جملوں اور مصرعوں کے ساتھ ایک عام آدمی کو اندر سے جنجھوڑ جنجھوڑ کر اٹھاتا ہے اور اسے زندگی کا مقصد سمجھاتا ہے اور سمجھنے پر مجبور کرتا ہے اسے زندگی کے لطائف کی طرف آنے پر اکساتا ہے۔اس لحاظ سے دیکھیں تو ادب ہے ہی وہی جو زندگی کی اصل اور حقیقی شکل کو واضح کرے نہ کہ جنوں، پریوں اور دیومالائی قصوں کہانیوں سے بچوں کو ہنسی خوشی اور مزاح کا لطف فراہم کرے۔اسی وجہ سے انقلابی ادب کو ترقی پسند تحریک کے ساتھ جوڑا جاتا ہے کیونکہ دونوں کا مقصد اورنعرہ ایک ہی ہے: 'ادب برائے زندگی'۔وہ ادب جو زندگی کو سمجھنے او راصل مفہوم واضح کرنے میں تخلیق ہو۔نہ کہ وقتی گزارا کرنے کا ایک دل بہلاوہ، جو کھلونے سے بڑھ کر اہمیت نہیں رکھتا۔انسان کی زندگی کے مقاصد اور ادب کے مقاصد ایک ہوجائیں تو پھر انقلابی ادب اپنی پوری تاثیر اور روح کے ساتھ وجود میں آتا ہے۔اختر حسین رائے پوری لکھتے ہیں:

"ایک ادیب اور انسان کے فرائض یکساں اور مشترک ہیں۔فرق صرف اتنا ہے کہ ایک اپنے ماحول کی ترجمانی کرتا ہے اور دوسرااس سے متاثر ہوتا ہے۔۔۔(اسی طرح) زندگی اور ادیب کے مقاصد ایک ہیں۔"(۶)

اسی مضمون میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ ادیب اپنے معاشرے کا عکاس ہوتا ہے۔اور یہی معاشرہ اسے اچھا، بہتر، وحشی، غضبناک یا پھر نیک بنانے میں ممدو معاون ہوتا ہے۔معاشرے کے رسم و روایات ہی ادیب کو جنجھوڑتے ہیں اور متاثر کرتے ہیں۔کوئی بھی ادیب اپنے معاشرے کا مطیع ہوتا ہے اور افتادِ طبع کے مطابق اس ماحول کو سمجھنے کی اور کانٹ چھانٹ کرنے کی کوشش کرتا ہے:

"ادب جذبات کی بولتی ہوئی تصویر ہے۔دیکھنا یہ ہے کہ جذبات کی ترتیب و تکوین کس طرح ہوتی ہے۔ظاہر ہے کہ ہر جذبہ گردوپیش کا مطیع ہے اور حالات کے مطابق جذبات بدلتے رہتے ہیں۔فضا کا ہر پھیر آدمی کو کبھی ہنساتا ہے اور کبھی رلاتا، کبھی آزردہ اور کبھی غضبناک بنا دیتا ہے۔مثلاً 'موت' اور 'بھوک' کے مسائل ہمیشہ آدمی کو خون کے آنسو رلاتے رہے ہیں۔ایک کے لیے قدرت

دوسرے کے لیے سماج ذمہ دار ہے۔اگر یہ دو مصیبتیں نہ ہو ں تو ہمارے ادیب کی حزنیت بہت کم ہو جائے گی اور پھر فراقِ یار کے علاوہ بہت کم چیزیں اسے رنج دیا کریں گی۔اگر سماج اور قدرت کے نظام میں ایسی تبدیلی ہو کہ یہ فضا بدل جائے تو ایسے جذبات بھی پیدا نہ ہوں گے۔"۷

مندرجہ بالا اقتباس میں انقلابی ادیب کے لکھنے کی وجہ اورانقلابی ادب کے تخلیق ہونے کی وجہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی نظر آتی ہے۔اور یہی وہ بنیادی نقطہ ہے جو انقلابی ادب کے تخلیق ہونے اور وجود میں آنے کی بنا ہے۔مصنف موصوف نے دو چیزوں کی طرف اشارہ کر کے یعنی موت اور بھوک ، انسان کے باغی اور انقلابی ہونے کی بڑی عام وجہ بتا دی ہے۔کہ موت تو خدا کی طرف سے ہے اسے توانسان رو دھو کے برداشت کر لیتا ہے مگر 'بھوک' جیسی بیماری کا الزام وہ سماج اور معاشرے پہ لگاتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ بھوک کا ذمہ دار معاشرہ ہوتا ہے یا پھر صاحبِ اقتدار۔اور دونوں سے انحراف کرنا ہی بغاوت کہلاتا ہے جو کہ انقلاب کی کلید ہے۔ادیب نے اقتباس کے آخری حصے میں اس کا حل بھی بتا دیا ہے کہ اگر انسان اپنے معاشرے میں خوش حال ہوگا اسے بھوک کا قطعی خوف نہیں ہوگا تو یقینا وہ صرف اپنے محبوب کے لب و رخسار اور فراق کی ہی باتیں کرے گا۔اور یہ تبدیلی اگر ممکن ہو جائے یقینا ادیب انقلابی ادب اور باغی ادب نہ لکھے۔چونکہ ظاہر ہے کہ اس کے ماحول نے اسے اس نوبت تک پہنچایا ہی نہیں۔مختصر یہ کہ انقلابی ادب ماحول میں پیدا شدہ سخت روایات ، مذہبی رسومات ، ذہنی جبر، تعلیمی و علمی کم فہمی اور شعور کی ژولیدگی و پسماندگی میں ایک کو لہو کے بیل کی طرح گھومنے سے انکار اور اپنے حقوق پر غاصبانہ حکومت کے خلاف اعلانِ جنگ ہوتا ہے۔جو کبھی سختی و درشتی سے سامنے آتا ہے اور کبھی علامتوں ، کنایوں میں ظہور کرتا ہے۔

اختر حسین رائے پوری اپنی کتاب 'ادب اور انقلاب' میں انقلابی ادب اور انقلابی ادیب کا مطمحِ نظر اور منشورِ حیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"زندگی قائم و دائم ہے اور انسان لاشریک لہٗ اس کا مالک ہے۔انسا ن اور قدرت کی کشمکش کا نام تہذیب ہے اور انسانیت کی ترقی کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے کس حد تک قدرت پر فتح حاصل کر لی ہے۔انسان سب سے افضل اور اکمل ہے۔دینِ حق کا مطلب ہے ہر قسم کے ظلم کا سدِباب اور اخوت و مساوات کا قیام، قومیت ، سرمایہ داری، تمیز رنگ و نسل اور تفریقِ مذاہب کو

وہ انسانیت کے لیے سم قاتل سمجھتا ہے۔اس کے خیال میں ایک نسل کو دوسری نسل کی قسمت کا فیصلہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ہر آنے والی نسل زندگی کی محافظ اور ضامن ہے۔"(۸)

اس اقتباس سے بھی انقلابی ادب کی راہ متعین ہوتی ہے کہ انقلابی ادب گوشہ نشینی کے بجائے عوام سے باہم دگر ملنے اور پیار کو ترجیح دیتا ہے۔جنگلوں اور پہاڑوں کی چاہت سے دل بہلانے کے بجائے انسان کی خدمت پر اکساتا ہے۔اپنی ہی ذات کے نشے میں مخمور رہنے کے بجائے خیالات کا بہتر استعمال اور طریقہ سکھاتا ہے۔قدرت کے سامنے ہتھیار ڈالنے اور تسلیم کرنے کے بجائے اپنے ضمیر کے پاتالوں کو کھنگال کر جینے کے ذرائع ڈھونڈنے کی ترغیب دیتا ہے۔جبر نہیں بلکہ اختیار کو مانتا ہے۔تقدیر نہیں بلکہ تدبیر پر تکیہ رکھتا ہے۔قسمت پر نہیں ہمت پر مان کرتا ہے۔قدرت کے سامنے مجبور ہونے کی بجائے قدرت پر حکومت کرنا سکھاتا ہے۔انقلابی ادب ہی سکھلاتا ہے کہ آرٹ فقط آرٹ کے لیے نہیں بلکہ انسان کے لیے استعمال کرو۔آسمان کے دیومالائی قصوں کو بالائے طاق رکھو اور زمین کو سنوارنے کا سوچو ، خود کو سمجھنے پر توجہ دو۔دوسروں سے منافقت یا دوئی نہیں بلکہ باہمی ربط اور یگانگی سے دنیا فتح کرو۔بڑے چھوٹے کی تفریق کو ختم کرو اور عام محبت اور بھائی چارے کا پرچار کرو۔

انقلابی ادب معاشرے میں تبدیلی کا خواہاں ہوتا ہے جو کوئی بھی ادیب سرد جنگ کی بدولت سرگرم عمل رہتا ہے۔حکومتِ حاضرہ کی کوتاہ بینیوں سے عوام کو روشناس کرواتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ وحید الزماں، مولانا، "القاموس الوحید"، ادارۂ اسلامیات پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء، ص۵۳۳

۲۔اوکسفورڈڈکشنری، اورینٹل بک سوسائٹی، لاہور، ۲۰۰۰ء، ص۵۳۳

۳۔حفیظ صدیقی، ابوالاعجاز، ادبی اصطلاحات کا تعارف، اسلوب پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۵ء، ص۷۱

۴۔ایضاً، ص۷۲

۵۔ایضاً، ص۷۲

۶۔اختر حسین رائے پوری، " ادب اور زندگی" مطبع انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد (دکن)، ۱۹۳۵ء، ص:۴۵۶

۷۔ایضاً، ص۴۵۱

۸۔اختر حسین رائے پوری، " ادب اور انقلاب" ادارہ اشاعت اردو، حیدرآباد (دکن)، ۱۹۴۳ء، ص۹۶